جناب جنرل مرزا اسلم بیگ

جب انسانی خون ارزاں ہو جائے!

عراق کے خلاف جنگ اور اس کے نتیجے میں ''حکومت کی تبدیلی'' (Regime Change) کے بارے میں جس پروپیگنڈا مہم کو ہوا دی جا رہی ہے، اس کا اصل مقصد اس مسئلہ کی سنگینی کو کم کرنے کی کوشش ہے اور دنیا کو یہ تاثر دینا ہے کہ امریکی حکومت کے مقاصد تو بڑے محدود ہیں اور صرف صدام حسین کو اقتدار سے الگ کرنا ہے، جہاں تک امریکی حکمرانوں کا تعلق ہے، وہ تو بقول شخصے ''خدمت خلق'' کے جذبہ سے سرشار ہیں اور اپنی ''مخلصانہ خدمات'' عراقی عوام کو ظلم سے نجات دلانے کیلئے کر رہے ہیں، جب کہ ساری دنیا کو یہ علم ہے کہ اصل میں ان کے عزائم کتنے خوفناک ہیں، ان عزائم کے پیچھے دراصل ان کی وہ سوچ ہے جو اس جنگ کی اصل محرک ہے اور انتہائی مجرمانہ ہے: ''تازہ خون تو بنتا رہے گا، مگر تیل تو ختم ہو جانے والی چیز ہے'(Blood is renewable but oil is not) یعنی جس طرح بھی ممکن ہو تیل کے ذخائر پر قبضہ کر لو، خواہ انسانیت کا قتل ہی کیوں نہ ہو۔ ایسی مجرمانہ سوچ اور عسکری برتری کے بل بوتے پر اقوام عالم پر بالا دستی قائم کرنے کے رجحان کو عالمی سطح پر بڑی ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا ہے، اور اب اس دلیل میں کوئی وزن نہیں رہا کہ عراق نے وسیع پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیار جمع کر رکھے ہیں، عراق کی سرگرمیوں پر نظر رکھنے والی اور مہلک ہتھیاروں کا سراغ لگانے والی، اقوام متحدہ کی معائنہ ٹیمیں گزشتہ چار ماہ سے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں مگر انہیں تلاش بسیار کے باوجود کسی مہلک ہتھیار کا کوئی سراغ نہیں مل سکا ہے۔ عراق نے یو۔ٹو طیاروں کی پرواز کی بھی اجازت دے رکھی ہے، تاکہ وہ اپنے جدید ترین آلات کو پوری طرح حرکت میں لا کر ہتھیاروں کو ڈھونڈ نکالیں، مگر انہیں بھی ابھی تک کسی ایسے میزائل کا سراغ نہیں ملا جو ایٹمی ہتھیاروں کو اپنے اہداف تک پہنچانے کی صلاحیت رکھتا ہو۔

بش اور بلیئر، آج جس مسئلہ پر اپنی برہمی کا اظہار کر رہے ہیں، اس میں آسٹریلیا کے جان ہاورڈ بھی برابر کے شریک ہیں، ان سب کی بے قراری کا یہ عالم ہے کہ وہ یو این انسپکٹروں کی جانب سے کسی قسم کا ثبوت نہ ملنے کے باوجود، عراق کو تاراج کرنے پر تلے بیٹھے ہیں، اور یہ خوف ان کے اعصاب پر سوار ہے کہ عراق کے پاس تباہی پھیلانے والے ہتھیار موجود تو ضرور ہیں، مگر وہ اسلحہ انسپکٹروں اور حساس آلات کی گرفت سے باہر ہیں، اس جنونی کیفیت اور امریکہ کی پریشانی اور بیتابی کا اصل سبب یہ ہے کہ ایران کے خلاف جنگ میں استعمال کے لئے امریکہ اور یورپی ممالک نے عراق کو خطرناک کیمیائی اور جرثومی ہتھیار مہیا کئے تھے۔ جنہیں عراق نے ایران کی فوج اور کرد باغیوں کے خلاف استعمال کیا اور جو بچ گئے انہیں چھپا رکھا ہے، جنہیں ڈھونڈھ نکالنے کے لئے امریکہ کی زمینی فوج کو عراق میں داخل ہونا ضروری ہے،

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر امریکہ' ایسے ہتھیاروں کے بارے میں آڈٹ رپورٹ چاہتا ہے' جو عراق نے استعمال نہیں کئے' تو اسے کھل کر اس کا مطالبہ کرنا چاہیے' مگر اس میں اتنی اخلاقی جرات کہاں ہے' ذرا سوچئے اگر ان مہلک ہتھیاروں کا اپنے ہاں جمع کرنا اتنا ہی سنگین جرم ہے' تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے' کہ امریکہ نے یہ مہلک ہتھیار صدام حسین کو آخر فراہم ہی کیوں کئے؟ سچ تو یہ ہے کہ انسانی خون کے پیاسے' انسانیت کے دشمن ہیں۔ انسانیت کے خلاف کی جانے والی کاروائیوں کا محاسبہ کرنے والی اگر کوئی عدالت آج موجود ہے' تو وہ صرف صدام حسین ہی کو مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا نہ کرے بلکہ امریکہ کے گرد بھی گھیرا تنگ کرے' کیونکہ دونوں برابر کے مجرم ہیں' یہی وجہ ہے کہ امریکہ کے اندر کا چور' عراق کا مسئلہ حل کرانے کے لئے بین الاقوامی عدالت کی جانب رجوع کرنے کی مخالفت کر رہا ہے۔

آج جس خوفناک انداز میں جنگ کی تیاریاں کی جارہی ہیں اس سے امریکہ کے مستقبل کے ارادوں کی جھلکیاں نظر آتی ہیں۔ ہتھیاروں کی تلاش تو عراق پر جنگ تھوپنے کا محض ایک بہانہ ہے' اور قرائن سے صاف دکھائی دے رہا ہے کہ عراق کا وہی حشر ہونے والا ہے' جس سے کچھ عرصہ قبل' افغانستان دوچار ہوا۔ امریکی ارباب اختیار کی ذہنی کیفیت کا اندازہ حکومت کے معتمد اخبارات سے لگایا جاسکتا ہے' ان اخبارات کے اداریے کالموں سے حکومت کی سرکاری پالیسیوں کو تقویت ملتی ہے۔ اور یہ اخبارات' حکومت کے فیصلوں کا جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں' مثال کے طور پر 5 فروری کی اشاعت میں' واشنگٹن پوسٹ نے عراق کے خلاف فوری کاروائی کی ضرورت پر زور دیا ہے اور اپنے موقف کے حق میں یہ دلیل پیش کی ہے' امریکہ کو آج جس بیرونی مداخلت کا سامنا ہے' اس کے پیش نظر اب وہ اگر عراق کے خلاف' فوجی کاروائی سے ہاتھ روکتا ہے' تو یہ اس کی بہت بڑی غلطی ہوگی۔'' ہنری کسنجر بھی حکومتی حلقوں کو متنبہ کررہے ہیں'' امریکہ کو اب کسی طرح بھی دباؤ کے آگے جھکنا نہیں چاہیے اور مختلف محاذوں پر متعین کردہ اپنی فوجیں اس وقت تک واپس نہیں بلانی چاہئیں جب تک صدام حسین کو قرار واقعی سزا نہیں دی جاتی۔ اور اب اگر امریکی اربابِ اختیار نے ذرا ڈھیل دکھائی تو دہشت گردی کے خلاف بپا کردہ جنگ اور دوسرے بین الاقوامی معاملات میں امریکہ کی ساکھ اتنی مجروح ہو جائے گی کہ اس کی تلافی ممکن نہ ہو سکے گی۔'' .... اپنے تزویراتی مقاصد کی تکمیل کیلئے امریکہ عراق کے خلاف جنگ کا آغاز کرنے والا ہے' اس ضمن میں کولن پاول نے حال ہی میں عراق کے خلاف' سیکورٹی کونسل میں جو رپورٹ پیش کی وہ معنویت سے یکسر عاری تھی اور اس میں پیش کئے گئے دلائل اتنے مہمل تھے کہ اس سے امریکہ' عالمی سطح پر عدم اعتماد کا شکار ہو گیا ہے اور اس کے استعماری ارادے پوری طرح بے نقاب ہو چکے ہیں' اس تناظر میں امریکہ کے سابق صدر کلنٹن کا تبصرہ'' یہ سب کچھ تیل پر تصرف جمانے کیلئے کیا جارہا ہے'' حقیقت پر مبنی ہے' جمہوریت کی بحالی اور عراقی عوام کو سفاک حکمرانوں سے نجات دلانا تو محض ایک بہانہ ہے' جہاں تک امریکہ کی'' جمہوریت نوازی'' کا تعلق ہے' ظاہر ہے کہ اس کا ٹریک ریکارڈ بہت گھناؤنا ہے' امریکہ متعدد ملکوں کے جمہوری نظام کی بساط لپیٹ

دینے میں اپنا کردار ادا کر چکا ہے۔ الجیریا' ترکی اور وینزویلا میں جمہوری روایات کے تحت قائم ہونے والی حکومتوں کا حشر تو آپ دیکھ چکے ہیں' امریکہ جیسے ''مخلص دوست'' جب کسی ''خوش نصیب'' کو میسر آ جائیں تو پھر ''دشمنوں'' کی کیا ضرورت باقی رہ جاتی ہے۔ ع ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو؟

عراق کے خلاف جنگ کے حوالے سے عالمی سطح پر جس طرح مظاہرے کئے گئے ہیں' اس سے تہذیبوں کے ٹکراؤ کا فلسفہ اپنی موت خود مر گیا ہے' اب تہذیبوں کے ٹکراؤ کے بجائے عالمی سطح پر انسانی قدروں کے احترام کی باتیں ہونے لگی ہیں' اور انسان دوستی کے جذبوں کو فروغ ملنے لگا ہے۔ اب جانبدارانہ انصاف' دوہرے اخلاقی معیار اور دوسرے مذاہب کے خلاف منافرت کی کیفیت ایسے عوامل ہیں جو احتساب کی کسوٹی پر غلط ثابت ہو رہے ہیں۔ عراق پر ممکنہ حملے کے خلاف ہر ملک' ہر نسل' اور ہر قوم کے ہزاروں لاکھوں افراد اٹھ کھڑے ہوئے ہیں' اور انہوں نے ظلم کے خلاف بھرپور صدائے احتجاج بلند کی ہے' یہ مثبت سوچ گویا حق و صداقت کی فتح ہے اور انسانی تاریخ کی ایک روشن مثال ہے' وقت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ انسان کا اصل مسئلہ امن کی بحالی کا ہے نہ کہ جنگ جیتنے کا!

طاقت کے نشے میں بدمست حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ جنگ جیتنے کی بجائے امن کی بحالی کو یقینی بنائیں' اور اس تاریخ ساز لمحے میں حکمت و دانش کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑیں' حکمرانوں پر لازم ہے کہ وہ عوام کے دلوں کی دھڑکنیں سننے کی کوشش کریں' شرق اردن کے حسن بن طلال کے یہ الفاظ کتنی معنی رکھتے ہیں' وقت کی پکار یہ ہے کہ آدمی کو انسان بنایا جائے نہ کہ اسے شیطان کے روپ میں ڈھال دیا جائے' حقیقت اور افسانے میں امتیاز روا رکھنا از بس لازم ہے' ہمیں امید کا دامن کبھی ہاتھ سے چھوڑنا نہیں چاہئے اور جنگ ٹالنے کے تمام ممکنہ ذرائع بروئے کار لانا چاہئیں۔

9/11 کے خونچکاں واقعات کے بعد عالمی سطح پر حیرت انگیز تبدیلیاں رونما ہوئی ہیں' لیکن عراق پر منڈلاتے بادلوں نے ساری صورتحال کو حد درجہ گھمبیر بنا دیا ہے' جنگ کے خطرات نے عالمی ضمیر کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا ہے۔ اس نازک صورتحال کا مثبت پہلو یہ ہے کہ ہمیں گھپ اندھیروں میں بھی' امید کی کرن دکھائی دیتی ہے' کیونکہ اب عالمی سوچ کا محور یہ ہے کہ قومیں 'یک قطبی عالمی نظام' (Unipolar World Order) کے وجود کو قبول کرنے پر تیار نہیں' کیونکہ کثیر الجہتی عالمی نظام (Multipolar world order) کے تصور کو پذیرائی مل رہی ہے' اور ''تنہا پرواز'' کا شیرازہ بکھرتا دکھائی دینے لگا ہے' اس حوالے سے بھارتی مصنفہ اُرن دھتی (Arundhati) کا کہنا ہے کہ ''پہلی دنیا سے یکسر مختلف' دوسری دنیا کا جنم لینا' ہرگز بعید از قیاس نہیں' اس نئے نظام کا طلوع ہونا بدلے ہوئے عالمی حالات کے تناظر میں آج ایک حقیقت ہے۔ یہ نظام' اب آگے بڑھ رہا ہے اور کیا عجب کسی بھی دن کمال خاموشی سے ہمارے دروازے پر دستک دینے لگے۔ اس کی سانسیں بھی اب صاف سنائی دینے لگی ہیں'' کیا امریکہ کو بھی ان قدموں کی چاپ سنائی دے رہی ہے؟ اور کیا نیا عالمی نظام انسانیت کا بے دریغ خون بہائے بغیر بھی قائم ہو سکتا ہے؟